Registered

L. No. 89.

نورافشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہی

نمبر (۱) ہر ہفتہ بروز جمعہ شایع ہوتا ہی - ۵ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء جلد (۳۴)

گلدستۂ اخبار

لاہور میں تجویز ہے کہ تمام سرکاری دفاتر ایک ہی موزوں جگہ بنے تعمیر کئے جاویں - **ہندوستان** کے تمام آرٹس سکولوں کے پرنسپل کلکتہ میں ایک خاص کانفرنس کیا چاہتے ہیں - **گورنر جنرل** ماسکو نے ایک شاہی فوج میشا قائم کی ہے - اس فوج میں اکثر لوٹیرے ہیں - اس کو پولیس کے ماتحت رکھا ہے کہ وقت پر اس کی مدد کرے - ماسکو میں مورچہ بندی کا سلسلہ ترقی پر ہے - باغی لوگ ابتک زیر نہیں ہو سکے - **خاص** سینٹ پیٹرز برگ میں کارگیروں کی کونسل نے ایک اور جلسہ کیا اور قرار پایا کہ جو لوگ ریلوے اتنگ سٹرایک میں شامل نہیں ہوتے ان کی خبر لی جاوے دیگر تمام کارخانوں کے ان لوگوں کی بھی خبر لینگے جو کام چھوڑنے میں عذر کرتے ہیں - **سینٹ پیٹرز برگ** میں فوج اور مفسدوں میں ایک اور خفیف لڑائی ہوئی - اور ایک ترکی فوج تفصونیہ کو بھیجی گئی ہے - وہاں تمام باشندوں نے جمہوری حکومت علیحدہ قائم کی ہے ان کی بزور سرزنش کرینگے - **کلکتہ** کے عجوبہ گھر میں ایک ہاتھی کا ڈھانچہ رکھا ہے جو دریائے نربدا کے ساحل پر ملا تھا - وہ ڈھانچہ جو ہاتھ لگا ہے اُس کا گھیرا چھبیس انچ ہے - ہاتھی کی لمبائی ۱۶ فیٹ ہے - **ہانفرس** کے مارواڑیوں نے سودیشی چیزوں کی ایک فیکٹری کی کل کھولنے کا بندوبست کیا ہے - اس میں صرف مارواڑی لوگوں کو ہی حصہ لینے کا حق ملے گا - **لکھنؤ** کے میڈیکل کالج کا بنیادی پتھر حضور پرنس آف ویلز نے رکھدیا ہے - دس لاکھ روپیہ چندہ کیا گیا ہے - **جاپان** کے مقام ناگاساکی میں ایک کارخانہ آتشبازوں کا ایک ہی خاندان کے ماتحت عرصہ چار سو برس سے متواتر نسلاً بعد نسلاً چلا آیا ہے - آتشبازی میں فرد ہے - ایسے پرندے بناتے ہیں کہ آگ دینے سے ہو بہو مثل زندہ پرندوں کے اُڑتے قلابازیاں کرتے اور رنگ برنگ ہونے کے باعث زندہ جانوروں سے بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں - **گورنمنٹ** کے دربار میں اس بات کی چرچا ہے کہ ہندوستان میں اگزکٹو کو جوڈیشل سے بالکل علیحدہ رکھنا چاہئے - **میسور** میں ہاتھیوں کے شکار کی تازہ کوشش میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اس کا انتظام وسیع پیمانے پر کیا گیا تھا - پورے چھ دن کی مسلسل کوشش کے بعد چالیس ہاتھیوں کا ایک گروہ سالم گرفتار کیا گیا - **فورمن** کرسچن کالج لاہور کے پرنسپل ڈاکٹر جے. سی. آر. ایوینگ صاحب کو سرکار کی طرف سے قیصر ہند کا طلائی تمغہ عطا ہوا ہے - مبارک - انکی خدمات اسی لائق تھیں - گورنمنٹ نے بھی قدردانی فرمائی ہے - **کشمیر** میں شہزادہ صاحب کے سامنے مبلغ پانچ ہزار روپے ریاست کی طرف سے بطور دعوت پیش کئے گئے تھے شہزادہ صاحب نے فرمایا کہ اس رقم سے غریب لوگوں کو کھانا کھلایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - اور ولیعہد بہادر فقیروں کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھنے کی غرض سے خود بھی اُس موقع پر تشریف لے گئے - **ولیعہد** بہادر کو شاہدرہ میں جو اڈریس دیا گیا تھا وہ فارسی زبان میں تھا انگریزی میں نہیں تھا - شہزادہ صاحب کی تشریف آوری کے موقع پر امل گلاڑے گیارہ ہزار روپیہ کے کمبل غرباء میں تقسیم کئے - **دربار صاحب** یعنی سکھوں کا طلائی مندر حضور پرنس آف ویلز نے اندر جاکر ملاحظہ نہیں فرمایا - اس کی یہہ وجہ ہوئی کہ شہزادہ صاحب کے بوٹ سمیت تشریف لے جانے کو سکھ مذہبی توہین سمجھتے تھے - اور شہزادہ صاحب نے بوٹ پر کپڑے کا موزہ پہننا پسند نفرمایا آخر باہر ہی سے ملاحظہ فرماکر اپنی سیر کی یادگار میں پندرہ سو روپیہ دربار صاحب کو عطا کیا - **چینی لڑکیاں** جب کہ ۱۶ برس کی ہو جاتی ہیں تو اُن کی شادی کے پیغام آنے لگتے ہیں اور شادی کے وقت اُن کو یہہ عجیب رسم ادا کرنی پڑتی ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ ایک مندر میں جاکر پشت کی طرف سے سوئی میں دھاگا پرونا پڑتا ہے - جو خوش نصیب لڑکیاں اس رسم کو عمدگی سے ادا کر لیتی ہیں وہ سسرال میں بابرکت سمجھی جاتی ہیں - **دیسی اشیاء** کو فروغ دینے کے متعلق منجملہ اور کاموں کے یہہ اچھی کارروائی ہوئی ہے کہ کلکتہ میں ایک بنگالی نے دیا سلائیاں بنانے کا مدرسہ جاری کیا ہے اس میں دیسی طور پر دیا سلائی بنانے کا کام سکھایا جائے - **جاپانی قیدی** ایک ہزار سات سو اٹھاون جاپانی اسیر جنگ براہ جرمنی جاپان کو روانہ ہوگئے - جب اُن کی گاڑی برلن میں پہنچی تو شاہ جرمنی نے اپنے خاص آدمی کی معرفت سگرٹ اور مٹھائی ان کے لئے بھیجی اور جاپانی سفیر نے جو برلن میں رہتا ہے نارنگیاں اور ڈبل روٹیاں روانہ کیں - یہہ جنگی قیدی روسیوں کی شکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا - **حال** میں ولایت کے چیرنگ کراس سٹیشن پر ایک مہلک حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے - فرنگی مزدوروں کی ایک عظیم تعداد ریلوے کے اس برج دہ ملی جو اسٹیشن پر بنا ہوا ہے، پچھلی مرمت کا کام کر رہی تھی اسی اثنا میں کھچا کھچ مسافروں سے بھری ایک ٹرین پلیٹ فارم پر آن لگی - ٹرین کے آتے ہی پہلے چھت کی آہنی گرڈر گری اور اسکے ساتھ چھت پھٹ پڑی - جس کے باعث کل مزدور چھت سے زمین پر گر پڑے - ہزاروں مسافر فوراً زخمی ہوئے لندن میں

ایڈیٹوریل نوٹس

ناظرین نور افشان اور ہمارے تمام نامہ نگاروں کو نیا سال مبارک ہو۔ ہم خدا کے بڑے شکرگذار ہیں کہ اِس سال اس نے ہمکو اور ناظرین و نامہ نگاروں کو ہر طرح کی آفتوں و مصیبتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ اور توفیق بخشی ہے کہ نور افشان برابر ہفتہ بہفتہ آپکی خدمت میں پہنچتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نور افشان کو جیسا مفید بنانا چاہتے تھے ویسا نہیں کر سکے سبب اِس کا یہہ ہے کہ مسیحی جماعت کے لائق جوانوں میں سے جنکو خدا نے قلم کی بخشش عطا کی ہے بہت کم نور افشان کے لئے اپنی قلموں کو اٹھاتے اور استعمال کرتے ہیں۔ وہ نور افشان کے شاکی تو بنتے ہیں مگر خود اپنی قلم کو گھسا کر اسکے لئے کچھ لکھنا پسند نہیں کرتے۔ امید ہے کہ اِس سال وہ سب صاحبان بجائے نکتہ چینی کرنے کے اپنے اپنے مضامین بھیج کر نور افشان کو مسیحی جماعت اور ملک کے لئے زیادہ مفید بنانے کا وسیلہ بنینگے۔

اِس ہفتہ سے ہم ایک نہایت مؤثر اور دردناک کہانی "چینی لونڈی" کے عنوان سے شائع کرنا شروع کرتے ہیں امید ہے کہ اِس سلسلے کو ہمارے ناظرین بہت پسند کریں گے۔ اور بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھینگے ؛

جو اُٹھا شعلہ بھبو کا آخرش کو راکھ ہے
چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ ہے

روزانہ کے کالموں میں ہم کو یہہ پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ "بجز لاہور اور راولپنڈی دو شہروں کے پنجاب بھر میں یہہ مبارک تحریک (یعنی سودیشی تحریک) کہیں اور مدھم پڑ گئی ہے۔ اور لاہور یا راولپنڈی میں بھی پہلے جیسا جوش و خروش نہیں" ہم سودیشی تحریک کا ایسا غیر معمولی جوش دیکھ کر پہلے ہی سے متشکی تھے کہ شاید ہی اس کا نتیجہ استقلال اور مداومت سے عمدہ بر آئے در نہ پیچھے شرمندگی اور سرکار کیطرف سے بدظنی اور خسارہ مال اور بے اعتباری رعایا کی ہوگی۔ اور نتیجہ وہی ظہور میں آیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ اگر اس تحریک کا یہی عمدہ حال رہا جو ابتدا میں ظاہر ہوا اور روز بروز نشو نما پکڑتی گئی تو بالضرور ایک دن ہندوستانی تجارت کو فروغ اور رعایا کو بہت سا ملکی فایدہ ہوگا مگر اب تو برعکس حالت دیکھ کر یہی ذہن میں آتا ہے کہ الٹا لینے کے دینے پڑ گئے۔ مسیحیوں نے جہانتک کہ ہمارا خیال ہے اِس تحریک کی تائید کی ہے اگرچہ اُس تحریک کے طرز عمل کو ضرور معیوب سمجھا ہے اور اب بھی اس کو معیوب سمجھتے ہیں مگر اس تحریک اور عمل کو مستحسن تصور کرتے اور اکثر ہمارے معززین حسب حدتک واجب تھا ایسے جلسوں میں بھی شریک ہوتے رہے اور نہ صرف زبان سے بلکہ قلم اور عمل سے بھی حتی الوسع شریک ہوتے رہے اور ابھی بھی تیار ہیں۔ دوسری طرف پنجاب کے ہندو و مسلمان ہی ہیں جو ہند کی قومیت کا دو جزو اعظم اپنے آپکو تصور کرتے ہیں۔ اِس امر کے بارے میں نفاق پڑ گیا اور نہ صرف یہی بلکہ خود ہندوؤں ہی میں اِس کا ظہور بڑی سرد مہری کے ساتھ وقوع میں آیا۔ یہہ تمام باتیں مذکورہ بالا بیت کی عملی تائید ہیں۔ ایسی چال سے تو ہندوستانیوں کی رہی سہی ہمت اور دلیری اور اعتبار پہ پانی پھر گیا۔ ہمارے ہموطنوں نے اپنے قدما، کے اِس مقولے کی بالکل پیروی نہیں کی کہ "سہج پکے سو میٹھا ہو" جلد بازی کا نتیجہ آخر کو برا ہوتا ہے۔ ہم اپنے ہموطنوں کو صلاح اور مشورہ دیتے ہیں کہ ابھی بھی کوشش کریں۔ ابھی بھی وقت ہے۔ "ڈلھیاں بیراں دا کچھ نہیں گیا" اور اِس انگریزی مثل کو بھی مدنظر رکھیں کہ "سلو اینڈ سٹڈی ونس دی ریس" یعنی آہستگی اور استقلال بازی لے جاتے ہیں" ؛

الیشور ایک غیر فہیم مادی طاقت ہے یا فہیم زندہ پرش؟ یہہ ایک چھوٹے سے مگر نہایت مفید پمفلٹ کا نام ہے جسے بنگالی زبان سے برہمو دھرم کے ایک لائق پرچارک نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اسمیں علمی طور پر یہہ ثابت کیا گیا ہے کہ الیشور ایک غیر فہیم مادی طاقت نہیں ہے بلکہ ایک ذی عقل۔ زندہ اور ابناشی پرش ہے نہ کہ محض ایک طاقت۔ لائق مصنف نے نیچری سے اور بڑے بڑے لائق یورپین رایوں اور تحقیقات سے یہہ ثابت کیا ہے کہ جڑ سے چیتن نہیں ہو سکتا بلکہ چیتن سے چیتن۔ جان سٹوارٹ مل۔ ہکسلے وغیرہ محققین کے حوالے دیئے ہیں۔ رسالہ نہایت مدلل اور جستہ اور مناوروں کے بڑے مطلب کا ہے۔ قیمت صرف ارفی کاپی ہے۔ منیجر براہمو دھرم پرچار آفس لاہور سے ملسکتی ہیں۔ ناظرین ضرور منگائیں ؛

مادیت و دہریت کی تردید۔ یہہ کتاب ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے جسکو لالہ رام نرائن گپتا بی۔ اے۔ ایل ایل بی نے کیا ہے۔ بہت عمدہ رسالہ ہے۔ نیچرل ازم اور ایتھی ازم کی یا دوسرے لفظوں میں دیدانتی عقیدہ کی عمدہ علمی تردید ہے۔ اسمیں چار باب ہیں۔ (۱) ہم کیونکر جانتے ہیں کہ ہم روح رکھتے ہیں (۲) ہم خدا میں کیوں یقین کرتے ہیں (۳) منکر خدا کی کائنات کی بابت تھیوری یعنی قیاس (۴) ہمہ اوست اور نامکمل واحدانیت۔ ناستک مت کا خوب ازالہ ہے ناستکوں کے اپنے ہی اقوال سے انکو قایل کر دیا ہے جسقدر زیادہ تعریف اِس رسالہ کی کریں وہ کم ہے۔ رسالہ قابل دید اور واعظوں اور مناوروں کے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت فی جلد ۳؍ ہے اور مذکورہ بالا پتہ سے ملسکتا ہے ؛



انسان اور حیوان میں فرق بعض مذہب میں یہہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ انسان اور حیوان دراصل ایک ہی ہیں یا دوسرے لفظوں میں حیوانات بھی کسی وقت انسان تھے اور اپنے اپنے کرموں کے سبب سے حیوانات کے قالب میں منتقل ہوگئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں ذیل کی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) جس طرح ہمارے جسم میں حواس خمسہ یعنے دیکھنا سننا۔ سونگھنا۔ ذائقہ لینا۔ اور محسوس کرنا موجود ہے بعینہ اسی طرح انہیں بھی وہی حواس خمسہ پائے جاتے ہیں۔ احساس و ادراک ہر دو انہیں موجود ہیں۔ یہہ امر تجربہ اور مشاہدہ ہر دو سے عیان ہے۔

(۲) حیوانات میں راحت و رنج یا دکھ سکھ کا بھی احساس موجود ہے۔ اگر ہم ایک کتے کو چھڑی سے ماریں تو وہ دکھ کو ویسا ہی محسوس کریگا جیسا کسی شخص کو مارنے سے وہ شخص دکھ محسوس کرتا ہے۔ اور جب کتے کو کھانا کھلا کر سیر کرتے ہیں تو اس سے بھی ویسے ہی نشان خوشی کے ظاہر ہوتے ہیں جیسے ایک سیر شدہ آدمی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(۳) حیوانات میں حافظہ بھی موجود ہے۔ وہ اپنے مالک کو اور اپنے گھر کا راستہ وغیرہ بخوبی یاد رکھتے ہیں۔ اپنے ساتھ نیک سلوک کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں اور جو ان سے بدسلوکی کرتے ہیں مدتوں تک انکا کینہ رکھتے اور موقعہ پر پہچان کر اس سے انتقام لیتے ہیں۔

(۴) ان میں قوت امتیاز بھی پائی جاتی ہے۔ اپنی خوراک کی اشیا کے حسن و قبح کو بخوبی امتیاز کرسکتے ہیں۔

(۵) انمیں مرضی بھی موجود ہے۔ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ بلکہ انسان کی مرضی کے خلاف اور اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ منہ زور گھوڑا اپنے سوار کی مرضی کے خلاف اور اپنی مرضی کے مطابق چلتا ہے۔

(۶) حیوانات میں شرم اور غرور کے آثار بھی نمایاں ہیں

(۷) انمیں کام کرودھ۔ لوبھ موہ ہنکار بھی نظر آتے ہیں

یہہ تمام باتیں جیسی انسان میں نظر آتی ہیں ویسی ہی حیوانات میں بھی ظاہر ہیں۔ اور اس سے یہہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ انسان اور حیوان دونوں میں ایک ہی سی روح موجود ہے۔ لہذا وہ کسی نہ کسی وقت بالضرور انسان تھے۔ جسمانی اور طبعی لحاظ سے یہہ مشابہت بالکل درست ہے کیونکہ جسم کے یہی خاصے ہیں۔ یہہ سب باتیں جسم کے بحال رکھنے اور نشو و نما پانے کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن اگر دوسرے پہلو سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو ان میں آسمان و زمین کا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ انسان میں اخلاق اور مذہب کے اصول اور عمل۔ ترقی اور ایجاد کی قابلیت اور انکشاف۔ ہر قسم کے سائینس اور علوم کے خزائن۔ ترقی اور تنزلی کے اصول اور قواعد۔ و مثل آن دیگر فضایل ایسے موجود ہیں جو صدیوں کے تجربہ اور مشاہدہ سے بھی حیوانات میں پائے نہیں گئے اور نہ ہی اب تک ان میں نظر آتے ہیں۔ جیسے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان ایک ہی مخلوق نہیں بلکہ متفرق مخلوق ہیں۔

چین میں مشنری مشکلات اور ان کا تدارک۔ ہندو چین میں مشنری کام ایک ہی پیمانہ اور وسائل سے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان دونوں ملکوں کی پولیٹیکل اور سوشیل اور ریلجس پہلو بالکل متفرق ہیں۔ اہل ہند منطق اور علم الہی اور سائنس کے بڑے دلدادہ ہیں اور جو بات ان ذرایع سے ثابت نہیں ہوسکتی اسکو ہرگز نہیں مان سکتے۔ مگر چین کے باشندے اس کے برعکس خصوصاً میٹیریلسٹ ہیں اور کسی منطقی یا متعلق بہ علم الہی استدلال کو پسند نہیں کرتے۔ ایک اور فرق ہندو چین میں یہہ ہے کہ موخرالذکر ملک اپنے پرانے خیالات اور ریت و رسم کا بڑا بھاری پابند اور محتاط ہے اور ہر قسم کے غیر مذاہب کے مشنریوں کو خصوصاً مسیحی مشنریوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر ہند میں ایسی اگرچہ حقارت ہے تو سہی لیکن اس درجہ تک نہیں ہے۔ شاید مختلف مذاہب کے مدت سے اس ملک میں ہونیکی وجہ سے وہ ان سے زیادہ مانوس ہوگئے ہیں۔ مگر چین اس حالت کے بالکل برعکس ہے ایک اور مشکل جو مشنری کام کی سد راہ اور حایل ہے وہ یہہ ہے کہ گورنمنٹ وہاں کی مسیحی نہیں ہے۔ غرضیکہ ان مشکلات کی وجہ سے دیگر تمام وسائل اشاعت مذہب عیسوی کے بے سود ثابت ہوئے ہیں۔ صرف ایک ہی وسیلہ مفید اور کارگر ثابت ہوا ہے یعنی طبابت یا ڈاکٹری کا۔ ان کے دلوں کو فتح کرنے کے لئے بیماروں اور مصیبت زدگان کا علاج معالجہ سب سے عمدہ ذریعہ ہے۔ اہل چین سرجری کے ہر ایک نظام سے قریباً قطعاً ناواقف ہیں۔ ڈاکٹر گرتر صاحب نے وہاں سینکڑوں اور ہزاروں کا علاج کیا اور انکو ان کے امراض قبیحہ سے شفا دی ہے۔ اس وجہ سے انکا نام ان کی خانگی بول چال کا لفظ ہوگیا ہے۔ مگر وہاں اس میڈیکل کام کی بڑی قلت ہے۔ دیسی اور فارن میڈیکل مشنری کو اسطرف بڑی بھاری توجہ دینی چاہئے۔ دراصل یہہ ایک ضروری امر ہے۔ جسمانی امراض روحانی امراض کا نتیجہ ہیں۔ یا یوں کہو کہ ان میں سبب اور مسبب کا سا تعلق ہے۔ اگرچہ درست مسئلہ یوں ہے کہ سبب کو دور کرنے سے مسبب خود بخود دور ہوجاتا ہے۔ لیکن چین نے یہہ ثابت کردیا ہے کہ مسبب کو دور کرنے سے اس کا سبب خود دور ہوجاویگا۔ اور خلعد مسیح نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہوا تھا کہ جسمانی امراض کے دفعیہ سے روحانی امراض کے دفعیہ کا دروازہ واکردیا تھا اگرچہ مقصد ہر دو صورتوں میں ایک ہی ہوتا ہے یعنی گناہ اور اس کے نتایج کا دور کرنا۔ دراصل یہہ وسیلہ اشاعت انجیل کا نہایت ہی پسندیدہ اور افضل اور دلوں کو فریفتہ اور گرویدہ کرلینے والا ہے۔



مُراسلات

مُبارک باد سالِ نو

دیرباش اے وقتِ نو خوش وقتِ ما خوش کردۂ
شادزی چندانکہ نہ پذیرد زمانہ انقضا

نظامِ تکوین کی سلسلہ جنبانی میں جہاں ہزار ہا عجیب کا دل پسند نظارہ عقل دور رس پر بات کی بات میں محویت کا عالم پیدا کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ وہاں قدم قدم پر نیچر میں نوآمد کے نام پر بھی اس قیامت کا خفیہ اثر ایسی گرنگی۔ ایسی تاثیر ایسی کشش ہوا کرتی ہے جس کا اندازہ شادی ہم سالم کامیابی کے ساتھ کرنے کا دعوے کر سکتا ہے۔ نئی چیز اس چند روزہ دنیا میں ہر دل کو مرغوب ہر طبیعت کو پسند اور ہر مزاج کو صرف طلوب ہی نہیں ہوتی بلکہ اُس کے مقناطیسی اثر کو اگر تسخیرِ قلوب کا چلتا نسخہ کہا جائے۔ تو شمہ مبالغہ نہیں ؛

خاتونِ مشکین نقابِ شب کی برقع پوشی کے ساتھ جہان کی نگہبانی کا چارج روزِ روشن کو ملا اور شاہِ خاور نے اُن کی آن میں تختِ زرنگار پر جلوہ آرا ہوتے ہی چمکتی دمکتی شعاعوں سے جہان والوں کو نوظہور کی جھلک دکھا کر چار دانگ عالم کو بقعۂ نور بنا دیا صحنِ عالم پر کچھ اور ہی کیفیت جلوہ نما ہوگئی چمن میں قدم قدم پر نیچر نے موتیوں کے انبار صدقے اُتارے غنچے کی چٹکیں کھلیں مرغانِ چمن نے تسبیح خوانی کا سلسلہ چھیڑا سیر کرنے والوں پر وجد کا عالم طاری ہونے لگا نسیم کی اٹھکھیلیاں سطحِ آب پر لہروں کی شکنیں ڈالنے لگی۔ اسی طور سے سارے دن کی محنت سے تھک کر جونہی آفتاب نے دنیا کو الوداع کہی کہ پھر از سرِ نو رات کو بادشاہت ملی محنت و مشقت کرنے والوں کو آرام کرنے کے لئے پاؤں پھیلا کر سونے کا موقعہ ملا۔ انکو رات کیا ملی نجات ملی نعمت ملی راحت ملی غرضکہ بحیثیت مجموعی وانفرادی دنیا کی ہر شے کے خمیر میں جس طرح ردوبدل کا

خلاصہ نیچر کے مقدس ہاتھوں سے شامل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسانی طبائع کے لئے بھی یہہ بات مخصوص کی گئی ہے۔ کہ انکو ہر نئی چیز کے ساتھ ایک قسم کی خاص دلبستگی ہوتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ایک سال کے اختتام پر دوسرے کا آغاز ہر ملت و مذہب میں امرِ مستحسن تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر اسمیں کلام نہیں کہ اس قسم کے ردوبدل پر ہر متنفس کی خوشی کا پیمانہ ایک نہیں ہوسکتا ہے کا پیش خیمہ خوش مزاجوں کو اگر سرِ نشاط معلوم ہوا یا ولولہ انگیز۔ زندہ دلوں کے نزدیک نعمتِ گرانقدر سمجھا گیا۔ یا جوانانِ چمن کی نظروں میں نرالا البیلا رنگیلا سماں دکھائی دیا۔ تو وہی بادِ گل ہیں دنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے عنادلِ گلشن کے لئے وصلِ گل کا ایک مسرت انگیز اور خوش کن وقت بنکر رہا۔ نفس مطلب یہہ ہے۔ کہ ہر شے کی قدر و راحت کے امتیاز کا معیار طبائع کے اختلافِ رجحان کی بنا پر غیر منتفق اور جداگانہ ہوتا ہے ؛

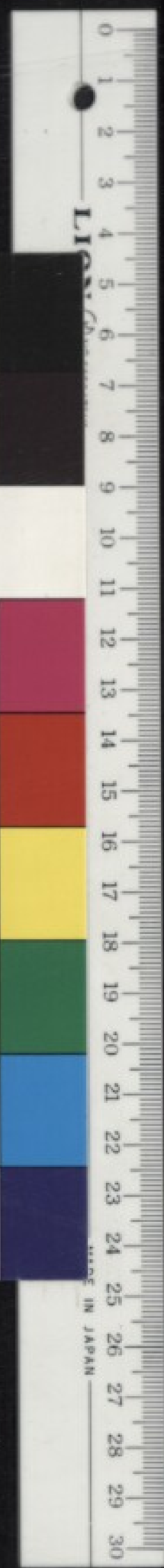
اخباروں کا نیا سال علے الخصوص اس خیال سے کہ وہ پبلک کے دلی ہمدرد اور گورنمنٹ کے خیر خواہ بنکر خلائق کی خدمت کا بیڑا اٹھاتے ہیں اپنی ذات میں قدر دانوں کے نزدیک خاص خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ اور ہونا چاہئے گو شاید محدود درجہ تک عام رائے کے مطابق اس موقع کی مسرت صرف اُن لوگوں کی ذات سے وابستہ تسلیم کیجاتی ہے جو اُس سے متعلق ہیں۔ مگر بنظرِ تعمق دیکھا جائے تو پبلک کی خوشی بھی کچھ کم نہونی چاہئے۔ کیونکہ مہذب گروہ کے نزدیک یہہ امر مسلم ہو چکا ہے۔ کہ اخباروں کی ہستی اور انکا باسلیقہ و باقاعدہ برتاؤ نہ صرف انسانی ضروریاتِ دنیوی کو پورا کرنے میں حامی ہوتا ہے بلکہ تہذیب اور سوسائٹی کے عروج میں بھی ان کا بڑھا چڑھا حصہ ہوتا ہو۔ دفتر کا بینات کی ورق گردانی اگر اخباروں کے مناصبِ جلیلہ میں سے ایک تسلیم کیجائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ تہذیب ہمارے دنیوی سنہ ہار اور عروج کا انکو پایۂ تو نیر مان کر کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھے رعایا کی ضروریات کے وقت بر عادل گورنمنٹ

کے کانوں تک سرگذشت پہنچانے کی ذمہ داری انکی ہے مصیبت زدہ فریق کی پُر درد کہانی سنا کر انسانی ہمدردی کو جوش میں لانا انکا کام ہے۔ ہزاروں کوسوں دور بسنے والی غیر مانوس اقوام میں رسمِ اتحاد اور بھائی چارگی پیدا کر دکھانا ان کے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں۔ دنیا کی لمحہ لمحہ کی حالت کا من وعن فوٹو کھینچ دینا ان کا روزمرہ کا شغل ہے۔ سب سے بڑھکر یہہ کہ تمام لوگوں کو روحانی فیض پہنچانے کی ذمہ داری ان کی ہے۔ پھر ناظرینِ انصاف سے کہنا کیا انسانیت کو زحمت نہ آئیگی۔ اگر ہم اُن کے قیام۔ اُن کی ترقی۔ انکی خوشی میں اپنی خوشی نہ سمجھیں ؛

معزز و محتشم ناظرین! معاف کرنا۔ یہ آپکی اس قدر سمع خراشی کی۔ مگر وجہ صحیح تھی۔ آج ہم دوبدو پیارے نور افشان کی چوبیسویں سالگرہ کی خوشی میں مصافحہ کرنے کو کھڑے ہیں۔ ہماری خوشی اس مبارک موقع پر دلی۔ سچی۔ اندرونی اور حقیقی ہے۔ اور ہمکو وثوق کے ساتھ امید کرنے کو جگہ ہے کہ آپ فرد فرد ہم سے اتفاق کرتے ہوں گے ؛

شروع وقت سے آجتک اخبار نور افشان نے جن عمدہ اور پسندیدہ اصول کو مدنظر رکھکر اپنی ہستی کو اُردو پبلک کے گروہ میں نعمتِ گرانمایہ ثابت کر دکھایا ہے ہم نہیں سمجھتے کہ ہمکو ان کی تشریح کی ضرورت ہے۔ یہہ ہماری خوش نصیبی ہے اور واقعی پبلک کی قدردانی ہے۔ کہ جن منتظر نگاہوں سے نور افشان کے دوست اور خیر خواہ اسکی پیش روی پر ٹکٹکی لگائے دیکھا کئے ہیں۔ اور جن جن اُمیدوں کا دریا اُن کے دلوں میں لہریں لیا کیا ہو۔ وہ الحمد للہ بہت کچھ پوری ہوئیں اور آئندہ انشاءاللہ پوری ہونے والی ہیں۔ شکر ہے۔ کہ اس ۲۳ برس کے زمانہ میں جسمیں بہت سے ہمعصروں کو حوادث کی تُند ہوانے ہمیشہ کے لئے خوابِ عدم میں تھپک تھپک کر سلا دیا ہے۔ ہمارے پیارے نور افشان کے قدم کو کسی قسم کی لغزش نہیں ہوئی۔ پبلک کی نگاہوں میں بمقابلہ دیگر مسیحی اخباروں کے جس وقعت و وقار سے نور افشان





دیکھا جاتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ فی الحقیقت نور افشان وہ اخبار ہے۔ کہ جس نے پبلک کی روحانی اور دنیوی خدمت گذاری اور گورنمنٹ کی خیرخواہی کو اپنا اصول سمجھ رکھا ہے جس نے لٹریچر کے میدان کو صاف و ستھرا کر رکھا ہے جس نے اردو کو اردوے معلّےٰ کا خطاب دیا ہے۔ جس نے اپنے دلکش مضامین کو دُر بے بہا کا القاب دیا۔ جو اپنی میٹھی میٹھی صفیروں سے بڑے بڑے سنگ دلوں کو موم سا پگھلا دیتا ہے۔ جو آپکی میزوں تک پہنچکر آپ کے پژمردہ دلوں کو کھلا دیتا ہے جسے خبروں کا ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کہنا زیبا ہے جسے سارے جہان کے دماغ کا پروگرام کہنا روا ہے۔ جو ناصح مشفق کی نصیحت مشفقانہ سے کم نہیں۔ جو سوتوں کے جگانے میں تازیانہ سے کم نہیں جو خداوند مسیح کی خدمت کے لئے تن من دھن سے حاضر رہا۔ جو کسی معرکے و مرحلے میں نہ قاصر رہا جس نے تیرہ دماغ کو روشن کیا۔ جس سے حاسدوں نے شیون کیا۔ جس سے رنگین طبع لطفِ گلزار اُٹھاتے ہیں۔ جسپر بعض غیر خار کھاتے ہیں ॥

ہماری دلی دُعا ہے۔ کہ الٰہی جب تک زمین و آسمان رہے۔ الٰہی جب تک مکین و مکان رہے۔ الٰہی جب تک خورشید تابان رہے۔ الٰہی جب تک ماہ منور درخشان رہے الٰہی جب تک نیر اعظم میں حدت رہے۔ الٰہی جب تک مہر منور میں برودت رہے۔ الٰہی جب تک تاروں میں جگمگاہٹ رہے۔ الٰہی جب تک چرخ نیلی فام میں اوداہٹ رہے۔ الٰہی جب تک کہکشان رہے۔ الٰہی جب تک وہ شکل کمان رہے۔ الٰہی جب تک عرش رہے۔ الٰہی جب تک فرش رہے۔ الٰہی جب تک سدرۃ المنتہیٰ رہے۔ الٰہی جب تک بحر کی تھاہ ہے الٰہی جب بحر زخار ہے۔ الٰہی جب تک صدف میں لولوئے آبدار ہے۔ الٰہی جبتک شمع ضیا بخش انجمن ہے۔ الٰہی جب تک گل زیب گلشن رہے۔ الٰہی جب تک قمری کی کوکو ہے۔ الٰہی جب تک فاختہ کی حق سرہ ہے۔ الٰہی جب تک غنچے مسکراتے ہیں الٰہی جب تک عنبرے مہکتے ہیں۔ الٰہی جبتک چمن میں خزان و بہار ہے۔ الٰہی جب تک لیل و نہار ہے۔

نور افشان کے ناظرین۔ مہتمم و اڈیٹر۔ کاتب۔ نامہ نگار متعلقین و متوسلین خورم و دلشاد رہیں۔ پھولیں پھلیں آباد رہیں۔ اور یہہ سال نو مبارک و ہمایوں ہو۔ آمین یا رب العالمین

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

پیارے نور افشان! ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہماری ہمدردی اور خیرخواہی تمہارے حق میں کسی طور سے کم نہیں ہے۔ ہم داعی بالخیر ہیں۔ کہ آپکی خوبیوں اور تحریروں میں روز افزوں ترقی ہو۔ اور آپکے حامی و ساعی آپ کے عروج و رفعت کی نوید سیر دلی سے سننے کا موقع پاتے ہیں آمین فی امان اللہ ॥

عزیز محترم اڈیٹر! معاف فرمائیے۔ ہمارا تہنیت نامہ وقت پر حاضر نہو سکا۔ خیر جیسا کچھ وہ ہے ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور بھونڈی زبان میں خدمت میں پہنچتا ہے یہہ تو کب امید ہو سکتی ہے۔ کہ لائق ہمعصروں کے پر زور مضامین کی قطار میں اُسکو کوئی جگہ ملیگی۔ مگر تاہم آپ سے اس قدر کچھ بعید معلوم نہیں ہوتا۔ کہ نور افشان کی سالگرہ کی ہوتی ہوئی بزم کا اُسکو رخصتی پان تصور فرما کر شرف قبولیت سے ممتاز فرمائیے گا ॥

راقم خاکسار الشیخ ناصر عفی عنہ از ہردوار

ہردوار میں چند دنوں سے ایک جنگلی ہاتھی نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ رات کے وقت قریب کے پہاڑ سے آجاتا ہے۔ اور آبادی کے آس پاس چکر لگاتا رہتا ہے لوگوں کو اس سے بہت خوف طاری ہو رہا ہے۔ دو تین انگریز صاحبان نے ملکر اسکو ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہوئے کئی گولیاں ماری گئیں۔ مگر کیا مجال کہ ذرا سا بھی اثر ہوا ہو۔ راستہ میں کئی ناواقف آدمیوں کو گھیر لیتا ہے۔ مگر شکر ہے کہ آج تک اتلاف جان نہیں ہوا ॥

عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر والئے سکیت ہردوار میں وارد ہوئے اور گنگا کا اشنان کیا۔ اور مساکین و غربا کو بہت روپیہ دان دیا۔ بڑے بیدار مغز روشن ضمیر شخص ہیں۔ نامہ نگار

سنہ ۱۹۰۵ء کا خاتمہ

اے ناظرین تمکین! لیجئے اب سنہ ۱۹۰۵ء بھی خاتمے پر آپہنچا ہے۔ اب اِس کے صرف متعدد گھنٹے باقی رہگئے ہیں اگر آپ اِس سنہ ۱۹۰۵ء کے کل حالات پر نظر ثانی ڈال کر اِس کا ریویو کرو تو آپ صاحبان کو کماینبغی واضح ہوجائیگا کہ اِس سنہ ۱۹۰۵ء نے جو اب گذرنے والا ہے کچھ تھوڑے اور ناقابل یادگار کام نہیں کئے ہیں۔ بلکہ تواریخ دنیا میں اس کے عظیم کاموں کی یادگاری کی بابت آنے والی صدیوں کی یادگار کے لئے بطور قصہ پارینہ کے قلم بند ہونگی۔ اور شاید آپ صاحبان کی زندگی کے ایام کی ہسٹری میں بھی اِس کا کوئی نہ کوئی واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہوگا۔ غم اور خوشی کے بہت سے واقعات ہر کس و ناکس کی زندگی کے متعلق اِسی سال میں افسوس و خوشی کے ساتھ مشاہدہ میں آچکے ہونگے جن کا ذکر وقتاً فوقتاً آپ صاحبان میں سے اکثر دوسرے کے ساتھ کرتے رہینگے کیونکہ بعض بعض واقعات کی یاد ہر فرد بشر کو آہی جاتی ہے۔

اے سنہ ۱۹۰۵ء! اب تو تو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوتا ہے اور ہم بھی ہمیشہ کے لئے تجھ کو خیرباد کہہ کر ملک عدم کو سدھاریگے لیکن جو جو واقعات ہماری نظروں کے آگے تجھ میں ہو گذرے ہیں وہ آنے والی صدیوں میں تیری یاد کے ساتھ ہماری یاد کو بھی تازہ کیا کرینگے۔ کیونکہ تیرے عہد حکومت میں ایسے ایسے حادثات و واقعات ہوچکے ہیں کہ جن کا ذکر برابر دنیا کی تواریخ میں پایا جائیگا۔ ہم نہ رہیں تو نہ رہیں۔ مگر کانگڑہ کی بربادی۔ روس و جاپان کی لڑائی کا خاتمہ۔ سودیش وستو کی تحریک۔ مسیحی کلیسیاؤں میں ریوائیول اور ہونکالو کی زیارت ضرور تجھے زندہ رکھیگی لیکن ہمارے دلوں میں تیری

سب سے بڑی یاد یہی رہیگی کہ تو ہماری زندگی کے سالوں میں سے ایک سال تھا جواب کم ہوگیا ہے۔

اے ناظرین! اس عجیب یاد پر ذرا سوچئے کہ دستور کے موافق والدین اپنی اولاد کے دنوں کا شمار کرکے خوش ہوتے ہوں گے کہ ہمارے لڑکے لڑکیاں اب اتنے سال کے بڑے ہوگئے ہیں یعنی ان کی عمر ایک سال اور بڑھ گئی ہے گویا ہم سب اپنی زندگی کے شمار میں ایک سال کا اضافہ لگاتے ہیں لیکن کیا یہہ سچ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہہ تو صرف ایک غلط رواج اور دقیانوسی خیال ہے۔ اس کی صداقت یہہ نہیں ہے بلکہ سچ تو یہہ ہے کہ ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوگیا۔ گذر گیا بلکہ کٹ گیا۔ اگر کسی مفید مطلب کا رد بار میں خرچ ہوا تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ صرف ہوگیا۔ لیکن کسی معنی میں اس کا بڑھنا درست نہیں ہے۔ ١٩١٥ء کا خاتمہ گویا ہماری زندگی کے دلوں میں سے ٣٦٥ دن یا ٨٧٦٠ گھنٹے یا ٥٢٥٦٠٠ منٹیں یا ٣١٥٣٦٠٠٠ سیکنڈز کا خاتمہ ہے اور اس مدت کے اندازے تک ہم اپنی اپنی موت کے وقت کے نزدیک جا پہنچے ہماری زندگی میں اتنی کمی ہوگئی۔ ہم عدم کے اتنے نزدیک آگئے اور اتنے عرصے پیشتر ہمارا نام و نشان اس عالم آب و گل سے بھولا یا جاوے گا۔

اے ناظرین باتمکین! اگر یہہ سوچ ہمارے دامنگیر ہو تو یہہ موقعہ ہماری خوشیوں کو چنداں محدود کردیگا۔ اور ہمکو سنجیدگی اور اداسی اور یاس کی ایک منزل تک توقف کرائیگا اور شاید اگر ہم بے پرواہی کی زندگی بسر کررہے ہیں تو داؤد نبی کی طرح دعا کرنے لگیں کہ اے خدا مجھ کو میری عمر کے دن گننا سکھا اے ناظرین باتمکین! ہماری عمر کے دلوں یعنی وقت سے ہماری زندگی بنتی اور بگڑتی ہے اس لئے اس بات کو بڑے غور اور فکر کے ساتھ دل میں لانا چاہئے کہ ہم اپنا بیش قیمت اور عزیز وقت کسی طور بسر کررہے ہیں۔ اور کن کن مفید کاموں میں ہم اس سے مستفیض ہورہے ہیں۔ کیونکہ وقت کو رائیگاں کھونا گویا زندگی کا برباد کرنا ہے جسکو ہم اپنی کوشش سے پھر حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ گذری ہوئی زندگی کا سراغ ہمیں نہیں ملتا۔ بقول شاعر ؎

کہاں ہے عمر گذشتہ نصیبہ پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

لیکن طرفہ تر یہہ ہے کہ اہل دنیا دیدہ و دانستہ اکثر اپنی زندگی کو لاطائل کاموں میں برباد کرتے ہیں جن کا حاصل انکو سوائے گریہ و زاری کے اور کچھہ نہیں۔ اس بات کا دار و مدار نہ صرف ناخواندہ اور کم فہم لوگوں ہی پر ہے بلکہ فی زمانہ اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو اقوام کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور فہیم لیڈر اپنی زندگی کو بالکل لاپرواہی کی حالت میں بسر کرتے ہیں خاص کر بڑے بڑے امرا جو شب و روز اپنی عیش و عشرت کے خواہاں رہتے ہیں۔ گویا وفور دولت نے ان کی روحانی عقل کے پردے کو اپنی چند روزہ شان و شوکت کے نیچے دبا رکھا ہے۔ اور وہ لوگ زر و دولت ہی کو اپنی زندگی سمجھتے ہیں۔ بعض بعض غربا اکثر یوں کہا کرتے ہیں کہ ہماری زندگی خوار ہے۔ ہم تو جہان میں عبث دکھہ اٹھانے کے لئے آئے ہیں۔ زندگی تو وہ بسر کرتے ہیں جن کے پاس زر ہے لیکن یہہ خیال انکا محض غلط ہے کیونکہ دنیا کی ہر ایک چیز فنا پذیر ہے خواہ دولت ہو خواہ مفلسی اس لئے ہمیں ان باتوں پر مطلق خیال نہ کرنا چاہئے کہ فلاں عیش میں زندگی بسر کرتا ہے اور فلاں مفلسی میں یہہ دونو ١٩١٥ء کیطرح گذر جائینگی اور بجز اپنے نام کے اور کوئی نشان ہمارے پاس نہ چھوڑ جائینگی اس لئے منعموں کو چاہئے کہ مفلسوں کی امداد کریں۔ اور روحانی اور دنیوی دولتوں سے جیسا کہ انہوں نے پائی ہیں انکو بھی مالا مال کریں تاکہ ثواب دارین حاصل ہو اور ان کا نام زندوں کی زمین میں بھی زندہ رہے بقول شاعر

نہ صولت بھنی رہیگی نہ نشان کیخسروی رہیگی
رہیگی اے منعما اگر کچھہ تو دینے کی روشنی رہیگی

لیکن اگر آپ صاحبان میں سے کسی کو یہہ آرزو ہو کہ میں اپنا نام ہر دو جہان میں زندہ رکھوں تو اسکو اپنی زندگی کا کچھہ بھی لطف نہیں۔ ظاہرا تو وہ زندہ معلوم ہوگا لیکن باطن اس کا حقیقتاً مردہ ہے بقول شاعر

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اے ناظرین باتمکین! اس میں تو کچھہ شک نہیں کہ انسان کی تمام ہستی کا دار و مدار دل ہی کی تحریک پر منحصر ہے اسی دل سے انسان جنت حاصل کرسکتا ہے اور اسی دل سے نار سقر کا ایندھن بن سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے دل کی بڑی سے بڑی خبرداری کریں اور ایسی تعلیم کے خواہاں رہیں جس سے ہمارے دل کی حالت بنتی اور سدھرتی ہے۔ اے ناظرین اب یہہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ سوائے بیبل شریف کے اور کوئی دنیا میں ایسی کتاب نہیں جس سے انسان کی حالت ٹھیک بن سکے کیونکہ اس مقدس کتاب میں زمین و آسمان کے خالق کے مقدس کلمات قلمبند ہیں جن کو پڑھنے سے انسان کے دل کی درستی اور نجات سرمدی کا حقہ حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ ہمیں نجات کی تعلیم دیتے ہوئے بتلاتی ہے کہ اے گنہگار انسان تو خداوند عیسیٰ مسیح پاس جانب تو نجات پائے گا۔ کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو اور کوئی نام بخشا نہیں گیا جس سے وہ نجات پاسکیں۔ اس لئے اے ناظرین۔ اس بات پر سوچنا چاہئے اور جلد مسیح کو قبول کرلینا چاہئے اس سے پیشتر کہ ہم بھی ١٩١٥ء کیطرح دنیا سے چل دیں۔ فقط

مناجات

ہر ایک بشر کی شروع ١٩١٦ء سے مندرجہ ذیل آرزو ہونی چاہئے تاکہ دنیا میں مسیح کی خدمت پورے طور سے کی جائے۔

باقی نہ میں رہوں نہ میری ہوس دہوا رہے
یہہ آرزو ہے بس اے مسیحا کہ تو رہے۔
خدمت بجا میں لاؤں دل و جان سے تری
باقی نہ گو کہ تن میں میرے کچھہ لہو رہے



توفیق دے مجھے کہ رہوں میں صلیب پاس
پیش نظر مرے ترا زخمی پہلو رہے

مانوس میرے کان ہوں تیرے کلام سے
ہر دم میری زبان پہ تیری گفتگو رہے

تیرے ہی خاک پا سے تیمم کیا کروں
تیرے ہی خون پاک سے میرا وضو رہے

مدنظر ہو خیال مجھے اب یہی اے مسیح
گھٹتا تو میں رہوں مگر اک بڑھتا تو رہے

ہیبؔ کی التجا ہے یہی تجھ سے اے مسیح
ہر دم تیری تصویر میرے روبرو رہے

خاکسار جارج انلودیانہ

میلادِ مقدس

پو پھٹتے ہی تجلی عیاں اس قدر ہے آج
روشن جہان ہر طرف آتا نظر ہے آج

آمد ہے آفتاب صداقت کی بے شبہ
سنتا ہو صاف کان رخ کرتا جدھر ہے آج

خوشبوئے گل عجیب مہکتی ہے چمن میں
باغ جہان کی شکل ہر رنگ دگر ہے آج

خلق خدا کے منہ میں یہی ذکر ہے آج
دن ہے خوشی کا اور مبارک فجر ہے آج

کیوں نہ ہونگے شاد دل انتظار جب
لاتا یہ آسمان سے فرشتہ خبر ہے آج

بیت اللحم کے دیس میں مریم کے بطن سے
بیٹا جنم خوشی سے خدا کا بسر ہے آج

ادنیٰ و اعلیٰ شادمان کیونکر نہ ہوویں اب
پیدا ہوا لاریب شہ بحر و بر ہے آج

فضل و کرم عیاں جو ہوا ان کے واسطے
ہر فرد کی زبان پہ خدا کا شکر ہے آج

چھوٹی سی غزل بابت مولودِ مقدس
عاکف کو بن بنائے کب آیا صبر ہے آج

سل قـــــسم

خاکسار ایچ۔ بی۔ فرینکلن شفاخانہ خاص ریلوے
سیالکوٹ شہر۔ پنجاب

چینی لونڈی
ننھی لڑکی

جنوبی چین کے چھوٹے چھوٹے دریاؤں میں سے ایک کے کنارے پر جو سمندر سے بہت دور نہیں ہے ایک چھوٹا سا گاؤں واقعہ ہے۔ اِس کے گھر بہت پست اور ایک منزلہ ہیں۔ انہیں کوئی چمنی یا کھڑکی نہیں ہوتی صرف دو دو فٹ مربع کے ایک یا دو سوراخ کر دیئے جاتے ہیں اور چوروں سے بچنے کے لئے سوراخ کے باہر کی طرف لکڑیاں لگا دی جاتی ہیں۔ انہیں سوراخوں کے وسیلے گھر کے لوگوں کو روشنی اور ہوا ملتی ہے۔ اندر کی دیواروں پر نہ سفیدی اور نہ کاغذ لگے ہوتے ہیں۔ چھت پر شہتیر رکھ کر کھپریل ڈالی جاتی ہے۔ زمین پر پختہ اینٹوں کا فرش ہوتا ہے۔ لکڑی کی چند کرسیاں یا سٹول۔ لوہے کی ایک کڑاہی۔ توا۔ دو یا تین بنچ اور ایک دو کمبل بستر ے کے لئے ایسے گھروں کا ساز و سامان ہوتا ہے چونکہ لوگ گھر کے اندر ہی آگ جلاتے اور کھانا پکاتے ہیں اس واسطے دیواریں دھوئیں سے سیاہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ اِن گھروں کے باشندے غریب ہیں مگر چین میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ان سے بھی غریب ہیں۔ ان کے رہنے کے لئے کوئی گھر نہیں ہوتا وہ یا تو پانی پر کشتیوں میں رہتے ہیں یا مشکل سے رات کے لئے پناہ کی جگہ بنا لیتے ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ کسی قسم کی بھی پناہ نہیں رکھتے ؛

یہ گانوں کئی اور گاؤں کی طرح جنوبی چین میں پہاڑی کے جنوبی پہلو کی طرف بڑ کے ایک بڑے درخت کے نیچے جو مرغی کی طرح اپنی شاخوں کو تمام گانوں پر پھیلائے ہوئے ہے واقعہ ہے پہاڑی کے سبب سے موسم سرما کی سرد ہوا اور درخت کے باعث موسم گرما کی لو سے آرام رہتا ہے۔

کئی برسوں کا عرصہ گذرا ہے کہ اِن گھروں میں سے ایک کے آگے دو چھوٹے لڑکے بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے

ایک نے کہا "سینگ۔ تمہارے خیال میں والدین چھوٹی ننھی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے! میں چاہتا ہوں کاشکہ وہ بچا لیں کیا تم ایسا نہیں چاہتے" ؛

سینگ نے کہا "ہاں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اسکو نہیں رکھینگے۔ کچھ دن ہوئے میں لم سی سے ملا تھا وہ مغربی ممالک کی طرف سے آیا تھا۔ اُس نے مجھے کہا تھا کہ اُن ملکوں میں ہم نہ تو لڑکیوں کو قتل کرتے ہیں اور نہ انہیں بیچتے ہیں کاشکہ ہم ان ممالک کے باشندے ہوتے تو ہم غریب لڑکوں کی بہنیں بھی ہوتیں" ؛

دوسرے لڑکے آؤ نے کہا "اگر بڑی عاجزی سے والد سے درخواست کریں تو وہ ہمیں اِس ننھی لڑکی کو بچا رکھنے کی اجازت دیدینگے والدہ اسکو رکھ لینا چاہتی ہیں۔ میں سُن رہا تھا کل والدہ والد سے کہہ رہی تھیں کہ ننھی کو قتل مت کرو۔ لوگ کیوں ننھی ننھی لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ کیا وہ لڑکوں کی طرح جینے کا حق نہیں رکھتیں" ؛

سینگ نے جو بڑا تھا کہا "میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس کا کیا سبب ہے ہم سب کے کھانے کے لئے کافی چاول ہونے مشکل ہیں اِس واسطے نوع انسان کو گھٹانے کے لئے انسانی قتل لازم ہو گیا ہے یا بہت سے بھوک سے مر جائینگے اور چونکہ لوگ لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے اسواسطے وہ لڑکوں کے بجائے انہیں قتل کر دیتے ہیں مجھے چچا بینگ نے یہ بات کہی تھی" ؛

آؤ نے کہا "شاید اگر ہم دونوں کم کھائیں تو والد اجازت دینگے کہ ننھی قتل نہ کی جاوے۔ جب وہ گھر پر آوینگے تو ان سے دریافت کرونگا"۔

اُسی رات جب باپ اپنے کام سے گھر واپس آیا تو آؤ جو ننھی سے کھیل رہا تھا اُس کے پاس جا کر کہنے لگا۔

"باپ۔ کیا آپ ہم کو اجازت دینگے کہ ہم اِس ننھی سی جان کو بچا لیویں"۔

باپ نے اپنے بیٹے کے سر پر تھاپی دی کیونکہ وہ اپنے بچوں کو بہت پیار کرتا تھا اور کہا۔

"اگر ہم اس لڑکی کو رکھ لیں تو چھوٹے آؤ کو بہت کم چاول کھانے کو ملینگے اور بھوکا رہنا پڑیگا۔ لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے"۔

چھوٹے لڑکے نے منت کی اور کہا کہ "اے باپ وہ ایسی چھوٹی ہے کہ چند برسوں تک تو اسکو مشکل سے کھانے کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہوگی۔ اُس وقت تک سینگ اور میں بڑے ہو جاوینگے اور سبھوں کی پرورش کے لئے کافی پیسہ کمانے کے لائق ہو جاوینگے۔ ہمارے گھر میں صرف یہی ایک چھوٹا بچہ ہے۔ مہربانی کر کے اِسکو قتل نہ کرنے دیجئے"۔

باپ نے کہا "میرے بیٹے میں اِس ننھی کو بچا لینا چاہتا ہوں لیکن میں سارے خاندان کی پرورش کے لئے کما نہیں سکتا اگر قحط پڑ جاوے تو چاولوں کا نرخ بہت بڑھ جاویگا اور ہم فاقہ سے مر جاوینگے"۔

"اے باپ۔ اگر آپ ہمیں اس ننھی کو بچانے کی اجازت دیں تو میں اور سینگ بہت کم چاول کھایا کرینگے اور اس کی ضرورت سے زیادہ بچا لیا کرینگے"

سینگ نے کہا "شاید قحط کبھی نہیں ہوگا۔ کیا آپ ہمیں اسوقت تک جب تک کہ قحط سالی نہ ہو اِس کو بچانے کی اجازت دینگے"۔

آؤ نے کہا "یہہ ٹھیک ہے۔ ہم قحط کے پڑنے تک ٹھہرے رہیں اور دیکھیں"۔

ماں اسوقت تک کچھ نہیں بولی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جب اس کے خاوند نے اپنے بیٹوں کی بات نہ مانی تو میری کب سنیگا لیکن اس کی متردد نگاہ سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ ننھی کے لئے ماں کا دل کیسا تڑپ رہا ہے۔

چھوٹا آؤ ننھی کے پاس گیا اور اپنے ہاتھ اِس کے سر کے نیچے رکھکر اسے اٹھا کر کہنے لگا۔

دیکھو باپ کیا یہہ خوب صورت اور اچھی ننھی نہیں ہے؟ کیسی خوبصورت کالی کالی آنکھیں ہیں۔ روشنی میں کیسی چمکتی ہیں۔ دیکھو کیسے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہیں۔ امید ہے کہ آپ ہماری ننھی سی بوا کو اجنبیوں کے حوالے نہیں کرینگے! کیا اب آپ ایسا کرینگے؟ وہ اس کو ایسا پیار نہیں کرینگے جیسا ہم کرتے ہیں۔ ننھی انکی نہیں۔ ہماری ہے وہ اُس کو مر جانے دینگے۔ یقین ہے کہ آپ نہیں چاہتے کہ ہماری چھوٹی بوا مر جاوے۔ کیا آپ چاہتے ہیں!

پس آؤ کی باتوں کے سبب والد کے اپنے دل سے یہہ کلمہ نکلا کہ

"ننھی کو کم از کم قحط کے پڑنے تک رہنے دینگے"

جب ان دونوں بھائیوں نے جانا کہ انکی چھوٹی بوا رکھ لی جائیگی تو بہت ہی خوش ہوئے اور اس پر جھک کر اسکو بہت پیار کرنے اور میٹھے میٹھے ناموں سے پکارنے لگے

چند دنوں کے بعد ماں نے جو بہت خوش تھی اِس چھوٹے گاؤں کے مندر میں جا کر اپنی ننھی کی جان کے بچ جانے کے لئے دیوتا کے آگے اپنی شکر گذاری ظاہر کی اور نذر گذرانی اس نے پرارتھنا کی کہ جب تک اسکی بیٹی سن بلوغت تک نہ پہنچ جاوے قحط نہ پڑے اور منت مانی کہ اگر میری چھوٹی ننھی زندہ رہے تو میں ہر ماہ عمدہ پھلوں اور خوراک کی تھالی بھر کر نذر چڑھایا کرونگی

ایک دن ایک پڑوسی نے آ کر کہا کہ کیا آپ اپنی لڑکی کو رکھ لینا چاہتے ہیں؟

ماں نے کہا "ہاں۔ ہماری تو یہہ ایک ہی بیٹی ہے اور اس کے باپ نے وعدہ کیا ہے کہ جب تک قحط نہ پڑے میں اسکو رہنے دونگا۔ مجھے امید نہیں ہے کہ قحط پڑیگا"

پڑوسی نے کہا "آپ کو معلوم ہے کہ لن سو کی ننھی چلی گئی ہے۔

ماں نے کہا وہ غریب نہیں ہیں انہوں نے اسکو کیوں نہیں رکھا وہ بآسانی اپنے بچوں کی پرورش کر سکتے ہیں"

"لن سو کہتا ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ آج کل لوگوں کو بیویاں اس قدر سستے دام پر مل سکتی ہیں کہ لڑکیوں کو بیوی بننے تک پرورش کرنا بہت مہنگا پڑتا ہے۔ اِس نے کہا کہ اگر میں اپنی لڑکیوں کو اپنی حیات تک اپنے گھر پر رکھ سکتا تو میں کبھی ان کو لے جانے نہ دیتا مگر ہماری قوم کا یہہ دستور ہے کہ ہر ایک لڑکی کو سن بلوغت پر پہنچ کر شادی کرنی ہی پڑتی ہے اس صورت میں مجھے لڑکیوں کو پرورش کرنے سے کچھ فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ لن سو کی بیوی بھی انکی کچھ پرواہ کرتی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو میں تو اسکو غلام کے طور پر بیچنے کے بجائے قتل کر دیتا"۔

ماں نے کہا "میں ایسا خیال نہیں کرتی۔ اگر مجھ کو معلوم ہو کہ میری بیٹی بجائے مرنے کے کسی کی لونڈی ہوگی تو میں اسکو رکھ لینا پسند کرونگی بہ نسبت اس کے کہ وہ قتل کی جاوے۔ آہ! اپنے ہی گوشت اور خون کو قتل کرنا کیسا خوفناک ہے! میں سمجھ نہیں سکتی کہ کس طرح سے کوئی باپ ایسا کر سکتا یا کوئی ماں اس میں راضی ہو سکتی ہے۔ اگر لڑکی لونڈی بن جاوے تو اُس کی شادی ہونے کے بعد غلامی کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اسوقت سے ماں اپنے بچے کو پھر دیکھ سکتی ہے اور اگر قتل کی جاوے تو ماں اسکو پھر کبھی نہ دیکھ سکیگی اور نہ ہی پھر اپنی چھاتی سے لگا سکے گی"۔

پڑوسی نے کہا "یہہ سچ ہوگا مگر بجائے اس کے کہ میری لخت جگر کسی بے رحم آدمی کی غلام بنے اور بعد ازاں کسی شخص کی پہلی دوسری یا تیسری بیوی بنے جو اس کی

کچھ پرواہ نکرے میں خوشی سے اس کا قتل کیاجانا پسند کرونگا۔ اس سے کم از کم وہ تکلیف سے تو رہائی حاصل کرگئی۔

ایک اور نے کہا کہ لڑکیوں کو قتل کرنا بُرا ہے۔ گورنمنٹ کے افسر اکثر اشتہار دیکر اس کو منع کرتے رہتے ہیں۔

بڑھی نے جواب دیا کہ یہہ سچ ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ اس کے دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتے کہ کون یہہ کام کرتا ہے اور اگر جان بھی لیں تو بھی لڑکی کے قتل کرنے کے لئے کسی کو سزا نہیں دیتے۔ علاوہ اس کے وہی افسر جواب اشتہار جاری کرتے ہیں آپ ہی اپنی لڑکیوں کو قتل کرچکے ہونگے۔

ماں نے کہا ہم جانتے ہیں کہ ہماری سلطنت کے بڑے اور اچھے آدمیوں نے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دینے کے لئے کہ لڑکیوں کو قتل نہیں کرنا چاہئے بہت سی کتابیں اور ٹریکٹ لکھے ہیں اور وہ شخص ہماری نسبت زیادہ سمجھدار ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بہت تھوڑے ان کتابوں کو پڑھ سکتے ہیں اور جو پڑھ سکتے ہیں وہ ان کو جو خود پڑھ نہیں سکتے سکھلانے کی تکلیف نہیں اٹھاتے

این۔ بی۔ ڈی۔

تو یہاں کیا کرتا ہے

اس مضمون کو دیکھ کر آپ تعجب نہ کریں۔ یہہ ایک سوال ہے جو کہ خدائے تعالیٰ نے ایک نبی سے کیا تھا۔ آج ہم اس سوال کو دوسرے پیرایہ میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے ضرور نہیں ہے کہ اس سوال کے سبب اور نتیجہ کو ہم بیان کریں۔

اے عزیزو ۱۹۰۵ء ختم ہونے پر ہے اور ہم میں سے بہت ہونگے جو اس سال میں آگے نہ بڑھے ہونگے بلکہ شاید کسی ایسے گوشے میں چھپے بیٹھے ہونگے کہ کوئی اُن کے تامت بھی واقف مشکل سے ہوگا۔ میرا مطلب یہہ نہیں ہے کہ کوئی انکا نام نہ جانتا ہوگا مگر میرا مطلب یہہ ہے کہ انہوں نے خداوند کی بزرگی کے لئے اور اس کے جلال پھیلانے کے لئے اس سال کچھ بھی نہ کیا ہوگا آج ان کے لئے خداوند سے یہی سوال ہے تو یہاں کیا کرتا ہے خداوند آج اُن کے لئے یہہ کہتا ہوگا کہ میں نے تیرے لئے سب عذاب و دکھہ و مصیبت اور موت برداشت کئے تاکہ تو گناہ اور اُس کے عذاب سے بچ جاوے میں نے تجھکو اس جہان میں سے چن لیا کہ تو اب اس جہان کے آرام و عیش و عشرت کے لئے اپنی عمر کو ضائع نہ کرے میں نے تجھکو بھیجا ہے کہ تو جاکر میرے باغیچہ میں کام کرے اور اب سال ختم ہوگیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تو ابھی تک یہاں ہی بیٹھا ہے۔ تو یہاں کیا کرتا ہے کس فکر میں ہے کیا دنیا کے مال و اسباب کی ترقی کی تدبیریں کررہا ہے کیا اپنی امیری کے نشے میں غافل ہے کیا اپنی جسمانی خواہشوں کے پورا کرنے کی غرض سے متفکر نہیں ہوا ہے۔ کیا تو خودغرض ہوگیا ہے جو تو صرف اپنی جان بچا کر دوسروں کی روحوں سے لاپرواہ ہوکر یہاں بیٹھا ہے تو یہاں کیا کرتا ہے۔ اے عزیزو غور کرو کہ آیا یہہ سوال میرے اور آپ کے لئے ہے کہ دوسروں کے لئے ہے۔ اگر کسی کے لئے یہہ سوال نہ ہووے تو مبارک ہے پھر بھی وہ اس سال میں جو آنے والا ہے زیادہ سرگرمی ہووے کہ پھر اُس سے یہی سوال نہ کیا جاوے۔ اگر یہہ سوال ہمارے لئے ہے تو واجب ہے کہ ہم اُسکو غور سے سنیں اور بے فکر بیٹھے نہ رہیں بلکہ اس آنے والے سال میں ان ہزارہا روحوں کی فکر کریں جو کہ ہماری غفلت کے سبب سے برباد ہو جاوینگی پس ہم اٹھیں اور آگے بڑھیں خداوند کا کلام سرگرمی سے سناویں تاکہ بہت سی روحیں جنکی ذمہ داری ہماری گردن پر ہے جنکی بازپرس ہم سے کی جاویگی خداوند کے وسیلے سے نجات پاویں۔

ب۔ ن ب

جلسہ عید ولادت ربنا المسیح

(۱) عزیزو آپکو معلوم ہے۔ کہ بڑا دن یعنی ربنا المسیح کی پیدائش کے دن کی خوشی واقعہ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔ سو میں آپ صاحبان کی خدمت میں اس دن کی خوشی کی بابت جوکہ شادیوال ضلع گجرات میں منائی گئی۔ سناتا ہوں۔

(۲) ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مس جانس صاحبہ نے مسیحی مردوں اور عورتوں کو انعام تقسیم کیا۔

(۱) پہلے اُن مسیحی مردوں کو انعام تقسیم کیا جوکہ مشن سکول شادیوال میں ٹیچری اور بائبل کا کام کرتے ہیں۔ دس بجے مس صاحبہ کا چپڑاسی آیا کہ مسیحی مردوں اور عورتوں کا کھانا کوٹھی ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی یہہ حکم تھا۔ کہ کھانا گرجا کے بعد ہوگا۔

(۲) ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو بابو دیدار سنگھہ صاحب گرجا کے واسطے گجرات سے تقریباً ۱۲ بجے تشریف لائے۔ اور گرجا ایک بجے شروع ہوا۔ گرجا میں اسقدر مسیحی مرد۔ عورتیں اور بچے تھے کہ بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تھی بابو دیدار سنگھہ صاحب نے دعا مانگ کر گرجا شروع کیا۔ بابو صاحب نے حکم دیا۔ کہ گیت شروع کرو۔ مسیحی لڑکوں نے گیت شروع کیا وہ یہہ ہے

آیا جیسے یار ساڈے پاس آج انہاں پڑھنا کے

اور گرجا کا مضمون جو کہ بابو صاحب نے شروع کیا وہ یہہ تھا (لوقا کی انجیل) پہلا باب ۴۰ آیت سے ۲۰ آیت تک یعنی مسیح کی پیدائش کا حال ایک گھنٹہ بابو صاحب وعظ کرتے رہے۔ جب بابو صاحب واعظ کرچکے تو بعد ازاں (رٹرل ماسٹر صاحب) ماسٹر محمد دین مسیحی نے ایک نظم ربنا المسیح کی پیدائش کی بابت سنائی وہ یہہ تھی۔

نظم

دوستو آئی چمن سے ہے مبارک کی صدا
کس کی آمد کا ہے۔ نغمہ گاتی ہر سوچ صبا

آج ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے پیدا کیا
عمد میں جس کے قمر پیدا ہوا گو ہر فشاں
ہر طرف سے دھوم ہے تمکو مبارک باد کی
گونج اُٹھا ہے۔ صدائے تہنیت سے آسمان
دے رہے پیغام مژدہ ہیں ملائک آسمان
بطن مریم سے ہویدا آج ہیں شاہِ شہان
راز سے خالی نہیں ہے آمد عیسےٰ مسیح
آپ ہی تم جانتے ہو بھید ابنِ المسیح
آگئی چرنی میں دیکھو نجات ہر دو جہان
رتبہ بڑا اب ہوگیا ہر ناک کی تصویر کا
ہوگیا آزاد [illegible] عیسےٰ مسیح کے فضل سے
کاٹ دیئے آہنگرہ حلقہ میری زنجیر کا

نظم ختم ہونے کے بعد مرد گرجا سے باہر نکل آئے کیونکہ عورتوں کو انعام تقسیم ہوتا تھا۔ اور مسیحی عورتوں کو انعام مس صاحبہ نے تقسیم کیا۔

بعد ازاں مفصلہ ذیل مسیحی اشخاص کوٹھی کے اندر کھانا کھانے کی خاطر داخل ہوئے

(۱) ماسٹر سندر سنگھ ہیڈ ماسٹر مشن سکول شادیوال
(۲) قاضی اسمعیل صاحب بائبل ٹیچر
(۳) ڈرل ماسٹر ماسٹر محمد دین مشن سکول شادیوال
(۴) بابو برنا باس مُنّاد شادیوال

یہہ تینوں صاحبان مع اپنے بال بچہ کے کوٹھی میں واسطے کھانا کے داخل ہوئے اور عاجز بھی صاحبان کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوا۔ مس صاحبہ نے ایک سفید چادر گول کمرہ میں فرش پر بچھاکر میز ایسا لگایا ہوا تھا کہ صاحبان دیکھکر حیران رہگئے۔ کمرہ میں بیس آدمی مرد عورتیں اور بچے بھی تھے جوکہ کھانے کے امیدوار تھے۔ اور کیا مرد کیا عورت کیا بچہ تمام کے آگے یکساں کھانا رکھا گیا۔ اور ہر ایک کے آگے چار سیب۔ چار سنگترے اور اخروٹ اور مٹھائی رکھی گئی۔

(۱) پہلے نمکین پُلاؤ پکا ہوا آیا۔ جب تمام کھا چکے۔ تو بابو دیدار سنگھ صاحب نے یہہ معلوم کیا۔ کہ کھانا ہو چکا۔ اور اخروٹ ایک بڑے پیٹ میں پڑے ہوئے تھے۔ بابو صاحب خود اخروٹوں کو توڑ توڑ کر حاضرین مجلس کو دیکر کہنے لگے کہ کھاؤ۔ لیکن خانساماں نے بابو صاحب سے کہا کہ ابھی اور کھانا آئیگا۔ بابو صاحب کی اس تکلیف کا میں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور میری ہمیشہ یہی دعا ہے کہ بابو دیدار سنگھ صاحب کو خداوند برکت بخشے اور اُن کو روح القدس سے معمور کرے۔ آمین۔ بعد ازاں میٹھا پلاؤ آیا جسکو تمام حاضرین نے خوشی سے کھایا۔ اور مس صاحبہ نے خود مجلس میں بیٹھکر کھانا کھایا۔ لیکن عزیزو اُس وقت یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ خداوند عیسےٰ مسیح زندگی کی روٹی کھلا رہا ہے۔ خداوند مس جانس صاحبہ کے کام پر برکت بخشے اور انکو بھی روح القدس سے معمور کرے۔ آمین ۔

کرسمس ڈے کی رعایت

لیجئے ناظرین ایک نادر موقع دیا جاتا ہے بارعایت یا مفت سال بھر گھر بیٹھے اخبار پڑھتے رہئیے ہم نے اپنے ناظرین کی خاطر ذیل کی رعائتیں کی ہیں۔

جو صاحبان سنہ ۱۹۰۶ء کے لئے صرف ایک ہی نیا خریدار پیدا کرکے اِس کا اور اپنا زر چندہ دفتر ہذا میں بمد پیشگی بھیجدیں تو اُس کو اخبار بجائے ۲ کے صرف ۱ میں ملیگا۔ جو صاحب دو خریداروں کا پیشگی چندہ بھیجے اُس کو ڈیڑھ روپیہ میں علیٰ ہذا القیاس آٹھ آنے فی خریدار کم ہوتا ہوتا اخبار پانچ خریدار پیدا کرنے والے کو مفت ملے گا۔ یہی سلسلہ نئے اور پرانے ہر دو خریداروں پر عاید ہوگا۔

ہر ایک شخص جو نیا خریدار پیدا کرتا اور اس کا اور اپنا چندہ پیشگی بھیجتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس امر کی اطلاع ہمراہ بھیجے۔ (ایڈیٹر نور افشاں)

رسید زر

مس ایم۔ بی۔ ملانس واسطے ڈفرن سکول لاہور	[illegible]
منشی گنگا بشن کرنال	[illegible]
مسٹر تھامنیل ہیلی راولپنڈی	[illegible]
مس ایم۔ ایل۔ ہیرس واسطے اشتہار	[illegible]
مس تھڈی داگہ	[illegible]
مس سی۔ بی۔ ہیرن	[illegible]
پادری الف۔ جے۔ نیوٹن واسطے سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
پادری اے۔ سی۔ کلارک واسطے اشتہار	[illegible]
مسٹر ٹی نصیب علی کیلانگ واسطے سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
ڈاکٹر دھرم داس	[illegible]
پی۔ ارجن سنگھ سیالکوٹ بابت اشتہار	[illegible]
مسٹر جوزف بدھ داس بابت سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
ریڈنگ روم چکوال	[illegible]
جیکب الیاس ڈیرہ غازیخان	[illegible]
مسٹر پیارے لعل ظفروال سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
پادری آر۔ ڈی۔ ہرپس مین سیوتی	[illegible]
پادری آر۔ الیف۔ جونس بٹالہ واسطے ہیڈ کٹی کٹ	
ڈیرہ نانک سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
جے بیشن اسکاٹ۔ جالندھر	[illegible]
پادری سوہن لعل جیب	[illegible]
مسٹر چارلی مرقس۔ بانکی پور پٹنہ سنہ ۱۹۰۶ء	[illegible]
پادری پال نثار علی	[illegible]
منشی یعقوب متھرا شہر	[illegible]
پادری اے۔ ای۔ ڈے۔ ملتان	[illegible]
پادری الیف۔ جے۔ ڈیوڈ۔ جنڈسی	[illegible]
پادری ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس واسطے مشر و گرم	[illegible]



ضرورت

٢ ٣

چند ایک انگلشن کلارکوں کی ضرورت ہی۔ کام کاپی کرنا انٹرینس پاس کو ١٦ روپیہ تنخواہ ملیگی اور انٹرینس فیل کو ١٢ روپیہ ماہوار امیدوار پروٹسٹنٹ عیسائی ہوں ؛

المشـــــتهر

بی ارجن سنگھ جنرل منیجر اینڈ پروپرائٹر دی جنرل ٹرنکس اینڈ سپورٹس ورکس شہر سیالکوٹ

ضرورت

پنجاب کے ہندوستانی امیدواروں کے لئے ایک میموریل کے متعلق بائیبل کا امتحان ہو اس امتحان میں ٢٣ برس کی عمر کے اندر کے طلبار داخل ہو سکتے ہیں تمام پاس شدہ طلبار کو مبلغ ایک سو پچاس روپیہ انعام اور خوب صورت سرٹیفکیٹ دیتے جاینگے بضامین اور دیگر امور متعلقہ امتحان دریافت کرنے کے لئے جو سنہ ١٩٠٨ع کی جولائی میں منعقد ہوگا ذیل کے پتہ پر خط وکتابت کریں ؛

المشـــــتهر

پادری ایم۔ای وگرم پشاور

جاپانمیں قحط۔ روس کو نیچا دکھا کر جاپان عجیب مشکلات میں مبتلا ہو گیا ہی ایکطرف لاکھوں جوانیں اوبے لاوارث ہو گئے ہیں دوسری طرف قحط نے بڑی عبرتناک شکل اختیار کی ہی تقریبا سات لاکھ آدمی قحط سے متاثر ہیں اور یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ہر دو فروشی کی رسم رائج ہو گئی ہے گھوڑوں کا گوشت فروخت کیا جاتا ہی جاڑے سے بھی بہت لوگ مر رہے ہیں بہرکیف جاپانیوں کی حالت قابل رحم ہے اور ضرورت ہی کہ جن لوگوں کو جاپانیوں کے ساتھ ہمدردی ہے وہ فیاضی دکھلائیں ؛

پرسبیٹیرین بیواؤں ویتیموں کا فنڈ

اطلاع دیجاتی ہی

کہ پرسبیٹیرین بیواؤں ویتیموں کے فنڈ کی حالت نہایت عمدہ و ترقی پذیر ہے تجربہ کار صاحبان کی طرف سے اس بات پر حکمانہ شہادت ہے ستاون برس کے اندر اس فنڈ نے قریباً ستر ہزار روپیہ خرچ کرکے پنشن دیا ہے اور اس وقت سرکاری نوٹ کے ذریعہ سے قریباً بیالیس ہزار روپیہ پونجی رکھا ہوا ہی کوئی اور پنشن فنڈ ایسے سستے طور پر بیمہ نہیں دیتا ہے اس میں ہند کا ہر ایک مسیحی اپنی بیوی بچوں کے لئے پنشن کی تجویز کر سکتا ہے جس کسی کو چاہئے منیجنگ ڈائرکٹر صاحب خوشی سے اس فنڈ کی بابت پوری خبر دیں گے ؛

درخواست کیجاتی ہے کہ جو صاحب اس فنڈ میں شریک ہوں اُن دوستوں کے نام اور پتہ جنکو وہ اس فنڈ میں شریک کرانا چاہتے ہیں ڈائرکٹر صاحب کے پاس بھیجیں ؛

المشـــــتهر

پادری والٹر جے کلارک منیجنگ ڈائرکٹر نولکھا لاہور

دستورالعمل نورافشان

قیمت سالانہ اہل شہر سے اخبار بغیر ضمیمہ عہ معہ ضمیمہ عگ

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک " عگہ " عہ

قیمت ہر حالت میں پیشگی لیجائیگی ؛

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہارات	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
کالم کا آٹھوان	عگ	عہ	ے
چوتھائی کالم	عہ	ے	عہ
نصف کالم	ے	عہ	عہ
پوا کالم	عہ	عہ	مہ
پوا صفحہ	مہ	صہ	لعہ

ایک دفعہ کے لئے فی سطر کالم ٢ ر مابعد کے لئے ار فی سطر ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا ؛

نوٹ

نامہ نگار اپنی اپنی تحریروں کے آپ ذمہ دار ہیں۔

سنڈے سکول سبق

قیمت سالانہ پچاس پرچہ تصویر دار سنڈے سکول بلا محصول عہ

" " " معہ محصول عہ

" سالانہ آٹھ کاپی سبق سنڈے سکول عہ

ربڑ کے تازے سستے اعلیٰ درجہ کے چھاپے

(١) فیورٹ ربڑ پرنٹنگ اوٹفٹ نمبر ٣ معہ کل سامان قیمت عہ

(٢) فیورٹ " " " نمبر ٢ " " " " عگ

(٣) آفس " " " " معہ سلف انکنگ پیڈ وکل سامان للعہ

(٤) تاریخ چھاپنے کی مشین کلان ذرا عرصہ تک کام آو عہ

(٥) تاریخ " " " دس سال تک کام آئیگی عہ

(٦) نمبر لگانے والی مشین دس لاکھ چھاپتی ہے قیمت عگ

(٧) اسٹنسل ڈیزائن جس سے نوٹس نوٹس سائن بورڈ سنڈے سکول کی تصویروں کے ہیڈنگ نفاست سے چھپ سکتے ہیں معہ کل سیاہی برش وغیرہ قیمت عگ

سلیم اللہ خان اینڈ کمپنی ہرتھس منو فیکچررس موری گیٹ لاہور

پانچہزار روپیہ انعام

ممیرے کا سرمہ

پانچہزار روپیہ انعام

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمکل اگزیمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور طلایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑبال غبار پھولا سبل سرخی ابتدائی موتیا بند ناخنہ پانی جانا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اسی سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بڑہ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی ہے کہ عام دخاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ۔ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ تین روپیہ۔ خالص ممیرہ فی ماشہ ۲/۸ روپیہ مصری سرمہ فی تولہ ۱۲ محصول ڈاک بذمہ خریدار درخواست کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں

المشتھر

پروفیسر میا سنگھ آہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

اِن سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے؟

۱۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ آہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص موسم فصلات میں امراض چشم کے لئے جبکہ اکثر آنکھوں سے پانی کا بہنا۔ دھندہ سوزش چشم جالا آنکھوں کا ہوجانا۔ جلن اور کمزوری نظر ناخنہ پڑبال اور اندر کی جھلی کا زخم اور ان سب کا گرچہ کہ اس سرمہ میں کوئی مضر بیماری نہیں ہے اسلئے ہر کسی کو اس کا استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہوتا ہے ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے اسلئے میں بلاشک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ ضرور مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر ایم بی سانگلی صاحب بہادر ایم ڈی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر۔

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی بابت شہادت دیتا ہوں کہ جو سردار میا سنگھ صاحب آہلووالیہ نے تیار کیا ہے۔ میرے اس کا تجربہ اپنی ایک زیر علاج مریضہ مسماۃ رام دیوی عمر ۲۵ سالہ ساکن لاہور پر کیا ہے مریضہ مذکورہ کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد دانے نکلے ہوئے تھے اور پڑبال پڑتے تھے اسکی آنکھیں ہمیشہ سرخ اور دکھتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اس کثرت سے سرمہ کا استعمال کیا تھا اسکی بینائی میں اسقدر فرق آگیا تھا کہ سوئی میں دھاگہ بھی نہیں ڈال سکتی تھی اور ان اشیا کو جو اسیقدر نزدیک ہی نہیں کر کے فاصلہ پر بھی جاتی تھیں صفائی سے نہیں دیکھ سکتی تھی مریضہ مذکورہ نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا نتیجہ یہہ ہوا کہ اس کی چشم امراض مذکورہ سے صحت کلی پائی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خان ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن فرسٹ کلاس آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ میں نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر کہ جنکی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کرکے دیکھا۔ مفید پایا میری رائے میں خصوصاً ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور جالا کمزوری نظر ہو یہہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر بیج لعل گھوس رائے بہادر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن وپروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔ حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

۴۔ میں اس سرمہ کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ آہلووالیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی ایک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا ہے میری رائے میں بینائی قائم رکھنے اور آنکھوں کی بیماری سے بچنے کیلئے ممیرے کے سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر سید امیر شاہ ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن وپروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب ۲۵ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کردے تو اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا جو الہ آباد کے پنجاب بینک میں اسی غرض کے لئے ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء میں جمع کیا گیا ہے

پادری آر ڈی ٹربیسی ایڈیٹر و منیجر نور افشاں کے واسطے مشن پریس لودیانہ میں ایم ملکی کے اہتمام سے چھپا